محمد جعفر پھلواروی

موسیقی اور نواب صدیق حسن خاں

نواب سید صدیق حسن خاںؒ عجیب جامع شخصیت کے مالک تھے۔ ایک طرف پوری بھوپال اسٹیٹ کو حسن و خوبی سے چلا رہے تھے اور دوسری جانب علمی سرپرستی اور دینی خدمت کے لیے وقف تھے۔ ریاست کے نظم و نسق کے لیے بھی ان کا قلم چلتا تھا اور تصنیف و تالیف میں بھی۔ ایک طرف وہ انتہائی متشرع تھے اور دوسری جانب مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی نقشبندی کے مرید بھی تھے۔ صرف خود ہی مرید نہ تھے بلکہ اپنے دونوں صاحبزادوں ـــــ نواب سید نور الحسن خاں اور نواب سید علی حسن خاں کو بھی مرید کرایا۔ علوم متداولہ میں شاید ہی کوئی ایسا علم و فن ہو جس میں انہوں نے کوئی تصنیف نہ چھوڑی ہو۔ کم و بیش ڈھائی سو تصانیف کے مصنف ہیں۔ پھر ایک طرف تو وہ اہل حدیث تھے مگر دوسری طرف وہ حنفی طریقۂ نماز کو اقرب الی السنۃ کہتے تھے۔ اِدھر وہ اہل حدیث تھے اور اُدھر موسیقی بلکہ آلاتِ مطربہ کے جواز کے بھی قائل تھے۔ فوجی بینڈ ان کے ہاں خوب بجتا تھا۔ اس سلسلے میں ہم ان کی مشہور تالیف "ابجد العلوم" کے کچھ دلچسپ اقتباسات نقل کرتے ہیں جس سے ان کے رجحانات کا علم ہو سکتا ہے۔ یہ اقتباسات "اسلام اور موسیقی" میں موجود نہیں ہیں اس لیے یہاں (اپنی تشریح کے ساتھ) انہیں درج کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

ابجد العلوم ج ۲، ص ۲۰۰ میں وہ علم آداب السماع والوجد کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

حرّمه الامام ابو حنيفة ومالك والشافعي واحمد وغيرهم من المشائخ المعتد بهم في امور الدين۔ والآثار فيه كثيرة۔ ومن الصوفية من اباحه۔ ولا بأس به فقد دلّت السنة الصحيحة على ذالك بشرط ان لا يؤدي الى المنكو في الشرع۔ وقد حقق المقام الامام الهمام شيخنا العلامة المجتهد

امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد بن حنبل نے اور ان کے علاوہ بعض دوسرے اہل علم نے بھی ـــــ جن پر دینی معاملات میں اعتماد کیا جاتا ہے ـــــ سماع کو حرام قرار دیا ہے۔ اس باب میں بکثرت روایتیں موجود ہیں۔ بعض صوفیہ نے اسے جائز قرار دیا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ ہے بھی نہیں کیونکہ اس کے جواز پر سنتِ صحیحہ دلالت کرتی ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ شرعی ممنوعات کی طرف نہ لے جائے۔ امام

محمد بن علی الشوکانی فی کتابه نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار وهو المعتمد - واما الصوفیة فتأولوا ان له مراتب: سماع صوت طیب وهو اما موزون او غیره - ثم الموزون اما مفهوم او غیره - فهذه درجات والصوت الطیب لا حرمة فیه بل هو حلال کصوت البلابل ونغمة العنادل ولا یتفاوت ذالك بصدوره عن حیوان او حنجرة انسان - والموزون من حیث انه موزون غیر محرم اذ قد انشد الشعر بین یدی النبی صلی الله علیه وسلم فلا یکون الحرمة فیه الا بحسب مفهومه وان کان محرما فیحرم سواء کان موزونا او غیر موزون والا فلا یحرم ولذا ورد: الشعر حسنه حسن وقبیحه قبیح واذا عرفت کون الشعر مباحا فاعلم ان الکلام الموزون والصوت الطیب یحرك القلب سرورا وانقباضا ونشاطا وغما وذلك مرکوز فی طبع الانسان حتی الصبیان فی المهد بل فی طبع الحیوان ایضا کما یحکی من میل الجمال الی الاصوات الطیبة والحداء - واذا کان کذالك لم یجز ان یحکم مطلقا باحته وحرمته بل یختلف ذالك باختلاف احوال القلب - قال ابو سلیمان

شوکانی نے اپنی نیل الاوطار میں اس موضوع پر بڑی محققانہ بحث کی ہے جو قابل اعتماد ہے ۔ صوفیہ یہ توجیہہ پیش کرتے ہیں کہ سماع کے مختلف درجے ہیں۔ اچھی آواز کا سننا کئی طرح کا ہے ۔ موزوں اور غیر موزوں ، پھر موزوں قابل فہم ہو یا ناقابل فہم ۔ یہ مختلف شکلیں ہیں۔ اور اچھی آواز کے سننے میں کوئی حرمت نہیں ۔ یہ اسی طرح جائز ہے جس طرح بلبلوں کی آواز و نغمہ ۔ یہ خوش آوازی خواہ کسی حیوان سے نکلے یا انسان کے گلے سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ۔ موزوں بھی بحیثیت موزوں کے کوئی حرام نہیں کیونکہ آنحضرت ؐ کے سامنے شعر پڑھے دگائے ، گئے ہیں ۔ لہذا اس میں اگر حرمت ہو سکتی ہے تو وہ صرف اس کے مضمون کے لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ اگر مضمون ہی حرام ہے تو وہ خواہ موزوں کلام ہو یا غیر موزوں سب ہی حرام ہیں ورنہ کوئی بھی حرام نہیں ۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ: شعر ایک کلام ہے جو اچھا ہو تو اچھا ہے ۔ برا ہو تو برا ہے ۔ جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ شعر مباح ہے تو اب یہ بھی سمجھ لیجیے کہ موزوں کلام اور خوش آوازی سے دل میں سرور ، انقباض ، خوشی اور غم سب ہی طرح کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور یہ انسان بلکہ گود کے بچے بلکہ حیوان کی فطرت میں بھی داخل ہے ۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ اونٹ اچھی آواز اور حدی خوانی کی طرف مائل ہو جاتا ہے ۔ جب صورت حال یہ ہے تو اس کے مطلقاً حلال یا حرام ہونے کا حکم لگا دینا جائز نہیں ۔ دل کے مختلف احوال کے مطابق یہ حکم بھی مختلف ہو جائے گا ۔ ابوسلیمان کہتے ہیں کہ: سماع دل کے اندر کوئی ایسی نئی چیز پیدا نہیں کرتا جو پہلے سے

السماع لا یجعل فی القلب ما لیس منه بل یحرك ما هو فیه، وذکر فی مدینة العلوم سبعة مواضع الغناء لیس ذکرها مراد لنا فی هذا الموضع۔

اس میں نہ ہو۔ بلکہ دل میں جو کچھ موجود ہوتا ہے یہ اسی کو ابھار دیتا ہے۔ ابوسلیمان نے اپنی کتاب مدینۃ العلوم میں گانے کے سات مواقع کا ذکر کیا ہے جن کو یہاں بیان کرنا مقصود نہیں۔

نواب صاحب رح نے ائمہ اربعہ کے متعلق تو یہ لکھا ہے کہ یہ سب گانے کو حرام سمجھتے ہیں۔ لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس کی تائید نہیں کرتا۔ ملاحظہ ہو:

امام مالک رض

پرسیدہ شد امام مالک از سماع پس گفت: دریافتم اہل علم را در بلاد خود کہ منکر نیستند آں را و می شنیدند از اں و گفت: منکر نہ شود آں را مگر عامی یا جاہل یا عراقی غلیظ الطبع۔ وہم چنیں نقل کردہ است ازوے وحکایت کردہ است اباحت را ازوے امام قشیری واستاذ ابومنصور وقفال وغیر ایشاں۔ وآنچہ نقل کردہ شدہ است از امام مالک کہ گفت: "نمی شنوند آں را مگر فاسقاں" محمول است بر غنائے کہ مقترن است بوے منکر جمعاً بین القول والفعل ۔۔۔۔۔۔

پرسیدند ازوے (ابراہیم بن سعد) از احوال مالک پس گفت: خبر دادند مرا کہ دعوتے بود در بنی یربوع و با قوم دفوف و عودہا کہ تغنی مے کردند و لعب می نمودند و بود مالک را دف مربع کہ می زد آں را و تغنی مے نمود

ترجمہ: امام مالک سے سماع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ: میں نے اپنے بلاد (حجاز) میں اہل علم سے دریافت کیا ہے وہ اس کے منکر نہیں۔ مالک نے یہ بھی کہا کہ: اس کا منکر تو صرف وہی ہو سکتا ہے جو عامی، جاہل یا سخت دل عراقی ہو۔ بعض معتبر لوگوں نے ان سے ایسی ہی روایت کی ہے۔ امام قشیری استاذ ابومنصور اور قفال وغیرہم نے بھی امام مالک سے جواز ہی کو روایت کیا ہے۔ اور امام مالک کا جو یہ قول بیان کیا جاتا ہے کہ: "گانا صرف فاسق ہی سنتے ہیں" وہ اس گانے پر محمول ہے جو ممنوعات شرعی سے وابستہ ہو۔ آپ کے قول و فعل کو یوں ہی یکجا کیا جا سکتا ہے۔ نیز ابراہیم بن سعد سے امام مالک کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ: مجھے تو یہ روایتیں پہنچی ہیں کہ بنی یربوع کی ایک دعوت میں آپ بھی شریک تھے وہاں دفوں اور طنبوروں پر لوگ گا بجا کر دلچسپی لے رہے تھے۔ امام مالک کے پاس ایک چوکھٹی دف تھی جسے بجا بجا کر آپ بھی گا رہے تھے۔ یہ روایات صرف مدارج النبوۃ

ہی میں نہیں بلکہ زبیدی کی شرح احیاء العلوم ج ۴، ص ۵۷ ۴ میں بھی موجود ہے)۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

پھر شیخ عبدالحق محدث امام شافعی کے متعلق لکھتے ہیں:

گفتہ است غزالی کہ تحریم غنا مذہب او (امام شافعی) نیست۔ وتتبع کردم چندیں از مصنفات وے راندیدم او را نصے بہ تحریم وے۔ واستاذ ابو منصور بغدادی گفتہ است کہ مذہب وے اباحت سماع است بقول والحان چوں بشنود مرد از مرد یا از جاریہ خود یا از امر أتے کہ حلال است نظر بوے یا بشنود در خانہ خود یا خانہ بعضے از احبد قائے خود۔ ونشنود آں را درمیان راہ و مقترن نہ گردد سماع بہ چیزے از منکرات وضائع نہ کند بہ سبب آں اوقات نماز را۔ وروایت کردہ است ابو منصور بغدادی از یونس بن عبدالاعلی کہ شافعی استصحاب کردم راسوئے مجلسے کہ در وے قینہ بود تغنی مے کرد۔ چوں فارغ شد قینہ گفت شافعی آیا خوش داری تو ایں را؟ گفتم نہ۔ گفت اگر راست مے گوئی نیست ترا حس صحیح۔ یعنی خوش داشتن غنا علامت سلامت طبع وحس است و ناخوش داشتن آں نشان اعوجاج طبیعت ونقصان حس۔ وازیں جا معلوم می شود کہ دلیلے شرعی بر حرمت وکراہت آں نیست۔ اگر آں بودے خوش داشتن طبع آں را چہ فائدہ کردے؟ ...... وبالجملہ تحقیق صحیح شدہ است از قول وفعل شافعی چیزے کہ صریح ست در اباحت ونیست نص در تحریم۔

ترجمہ: غزالی کہتے ہیں کہ "امام شافعی کا مذہب حرمت غنا نہیں ہے" میں نے ان (شافعی) کی بہتیری تصانیف میں جستجو کی لیکن حرمت غنا کے بارے میں کوئی نص نہ مل سکی۔ ابو منصور بغدادی کہتے ہیں کہ امام شافعی کا مذہب جواز سماع ہی ہے خواہ مرد، مرد سے سنے یا اپنی کنیز یا کسی ایسی عورت سے جسے دیکھنا جائز ہے اور خواہ اپنے گھر پر سنے یا کسی دوست کے گھر پر۔ ہاں راستے میں نہ سنے اور سننے میں منکرات شرعی کی آلودگی نہ ہو اور اس کی وجہ سے نماز کے اوقات ضائع نہ ہوں۔ ابو منصور بغدادی یونس بن عبدالاعلی سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی ایک بار مجھے اپنے ساتھ ایسی محفل میں لے گئے جہاں کنیز گا نا گا رہی تھی۔ وہ گانے سے فارغ ہوئی تو امام شافعی نے مجھ سے پوچھا کہ: تمہیں یہ پسند آیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں حسِ لطیف موجود نہیں" ——— دوسرے لفظوں میں گانے کو پسند کرنا سلامتِ طبع اور حس صحیح کی علامت ہے اور اسے ناپسند کرنا طبیعت کی کجی اور حس لطیف کی کمی

کی نشانی ہے۔ یہیں سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ گانے کی حرمت یا کراہت کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو گانے کا پسند کرنا بھی کیا فائدہ پہنچا سکتا تھا۔ مختصر یہ ہے کہ امام شافعی کے قول وفعل سے جو صحیح تحقیق کی بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہاں گانے کا جواز صراحت کے ساتھ موجود ہے اور حرمت کے لیے کوئی نص موجود نہیں۔

یہ تحقیق صرف شیخ عبدالحق محدث ہی کی نہیں بلکہ خود امام غزالی بھی یہی لکھتے ہیں۔ چنانچہ احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۹۴ میں فرماتے ہیں:

قال یونس بن عبد الاعلیٰ سألت الشافعی عن اباحة اهل المدینة السماع فقال الشافعی لا اعلم احدا من العلماء الحجاز کره السماع۔

یونس بن عبد الاعلیٰ کہتے کہ: میں نے امام شافعی سے دریافت کیا کہ اہل مدینہ کا گانا سننے کے جواز کے متعلق کیا خیال ہے؟ امام شافعی نے کہا کہ: مجھے علمائے حجاز میں کسی ایسے شخص کا علم نہیں جو سماع کو مکروہ سمجھتا ہو۔

امام احمد بن حنبلؒ

پھر یہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی اسی مدارج النبوۃ میں امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

اما امام احمد بن حنبل صحیح شدہ است روایت کہ وے شنیدہ است غنا را نزد پسر خودش کہ نام وے صالح ست۔ روایت ست از ابو العباس فرغانی کہ می گفت: شنیدم صالح بن احمد بن حنبل را کہ می گفت: بودم کہ دوست می داشتم سماع ولود پدر من کہ ناخوش می داشت آں را پس دعدہ کردم ابن جنادہ را کہ باشد نزد من شبے۔ پس باشید نزد من تا دانستم کہ خواب کرد پدر من۔ پس شروع کرد ابن جنادہ در تغنی۔ پس شنیدم آواز پائے را بر بام۔ پس برآمدم بالائے بام و دیدم پدر خود را بالائے بام کہ می شنود غنا را و دامن در زیر بغل اوست و وے می خرامد بالائے بام گویا کہ رقص مے کند۔ و مثل ایں قصہ از عبد اللہ بن احمد بن حنبل نیز منقول ست و ایں دلالت دارد بر اباحت سماع نزد وے رحمۃ اللہ علیہ۔ و آنچہ منقول است مخالف ایں محمول ست بر غنائے مذموم و مقترن بہ فحش و منکر۔ و روایت کردہ شدہ است از احمد کہ وے شنید نو اے را نزد پسرش صالح و انکار نہ کرد۔ پس گفت پسر وے: اے پدر آیا نہ بودی تو کہ انکار می کردی و مکروہ می داشتی تو آں را؟ گفت: بہ من چناں رسانیدہ اند کہ استعمال می کنند با وے منکر را۔

ترجمہ: امام احمد بن حنبل کے متعلق صحیح روایت یہ ہے کہ انھوں نے اپنے فرزند صالح نامی کے پاس گانا

سنا ہے۔ ابو العباس فرغانی کہتے ہیں کہ میں نے صالح بن احمد بن حنبل کو یہ کہتے سنا ہے کہ: میں تو گانا سننے کو بہت مرغوب رکھتا تھا اور میرے والد کو یہ پسند نہ تھا۔ میں نے ابن جنادہ سے ایک بار وعدہ لیا کہ وہ ایک رات میرے پاس گزارے۔ مجھے جب یہ محسوس ہو گیا کہ میرے والد سو گئے ہیں تو ابن جنادہ نے گانا شروع کیا۔ میں نے کوٹھے پر پاؤں کی چاپ سنی اور میں چھت پر آ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے والد گانا سن رہے ہیں اور بغل میں اپنے دامن کو دبائے ہوئے ادھر سے ادھر ٹہل رہے ہیں۔ گویا رقص کر رہے ہیں" —— عبداللہ بن احمد بن حنبل سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام احمد کے نزدیک گانا مباح ہے اور جو کچھ اس کے خلاف منقول ہے وہ ایسے گانے پر محمول ہے جو بے حیائی اور منکرات سے وابستہ ہو۔ امام احمد کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے فرزند صالح نامی کے پاس ایک قوال سے گانا سنا اور اس پر کوئی نکیر نہ کی۔ اس پر آپ کے صاحبزادے نے پوچھا کہ: ابا جان! کیا آپ وہی نہیں جسے اس سے انکار تھا اور جو اسے مکروہ سمجھتا تھا؟ آپ نے جواب دیا: بھئی مجھے جو اطلاعیں ملی ہیں وہ یہ ہیں کہ لوگ گانے کے ساتھ منکرات کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔

امام اعظمؒ

امام اعظم ابو حنیفہ کے متعلق صرف سرود ہمسایہ والا واقعہ یاد دلانا کافی ہے جس کو صاحب تذکرۂ حمدونیہ نے، ابن قتیبہ نے، مطرزی نے، ادفوی نے، رمادی نے اور بھی کئی ایک ثقات نے ذکر کیا ہے۔ رمادی (المعروف کندی) نے تو اسے منظوم بھی کیا ہے۔ یہاں صرف صاحب تذکرۂ حمدونیہ کا ایک جملہ سن لیجیے ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

حکی صاحب التذکرة الحمدونیة إن أباحنیفة وسفیان الثوری سئلا عن الغناء فقالا لیس من الکبائر ولا من الصغائر۔

صاحب تذکرۂ حمدونیہ روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام سفیان ثوری سے گانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو دونوں نے جواب دیا کہ: نہ یہ کبیرہ گناہ ہے نہ صغیرہ (یعنی سرے سے گناہ ہی نہیں)۔

ان حقائق کے ہوتے ہوئے نواب صاحبؒ نے معلوم نہیں کس طرح یہ لکھا کہ ائمہ اربعہ نے سماع کو حرام قرار دیا ہے۔ خود نواب صاحب کا ذاتی میلان بھی جوازِ موسیقی کی طرف ہے اور وہ اس معاملے میں ابن حزم اور شوکانی وغیرہ کے ہم نوا ہیں جیسا کہ ہم کئی مواقع پر واضح کر چکے ہیں۔

امام شوکانی

نواب صاحب نے مذکورہ بالا عبارت میں امام شوکانی کی نیل الاوطار کا بھی ذکر کیا ہے۔ ہم نے یہ پوری عبارت لفظ بہ لفظ دیکھی ہے۔ فی الواقع بڑی جامع بحث کی ہے۔ اس میں شوکانی نے تمام مخالف و موافق روایاتِ غنا و مزامیر کو یکجا کر دیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حرمت غنا و مزامیر کی تمام روایتیں ناقابلِ قبول ہیں اور اس کے جواز کی روایتیں صحیح ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں —— اور شوکانی ہی نہیں بلکہ سارے اہل علم محدثین و صوفیہ بھی یہی کہتے ہیں —— کہ حرمت کی روایات صرف اس غنا کے لیے ہیں جو منکرات میں مبتلا کر دے یا فرائض سے غافل کر دے۔

ایک فروگزاشت

لیکن ہمارے نزدیک یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کا ذکر صرف موسیقی ہی کے سلسلے میں ضروری ہو۔ کیونکہ منکرات میں مبتلا کرنے والی ہر مباح شے کا یہی حال ہے۔ نیز ہر مباح جہاں اپنے بیرونی عوامل کی وجہ سے خلاف اولیٰ، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی اور حرام ہو سکتی ہے وہاں مستحب، سنت، واجب اور فرض بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا اگر غنا و مزامیر کے سلسلے میں یہ لکھا جائے کہ یہ فلاں وجوہ سے مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا حرام ہو جاتے ہیں تو انصاف کا تقاضا یہ ہے یہ بھی ساتھ ساتھ لکھ دیا جائے کہ فلاں عوامل سے مستحب، سنت، واجب اور فرض بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کیوں اس پہلو کو اہل علم نمایاں نہیں فرماتے۔ بہرکیف امام شوکانی نے نیل الاوطار میں بڑی اچھی بحث کی ہے۔ لیکن اس سے بہت زیادہ جامع چیز وہ کتاب ہے جو شوکانی نے صرف اسی موضوع پر لکھی ہے اور اس کا نام ہے ابطال دعوی الاجماع علی تحریم مطلق السماع۔ اس میں شوکانی امام ابن حزم، ابن طاہر مقدسی، ابن ابی الدنیا، ابن حمدان ازبلی، ذہبی، ابوبکر بن عربی، علاؤالدین قونوی وغیرہم کی طرح اس بات کے قائل ہیں کہ حرمتِ غنا و مزامیر کے متعلق جتنی روایتیں ہیں وہ سب موضوع ہیں۔ اس کے باوجود معلوم نہیں کیوں انہی روایات کی پھر یہ تاویل بھی کرتے ہیں کہ یہ اس غنا و مزامیر کے متعلق ہیں جو منکرات سے وابستہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ جب وہ روایات ہی موضوع ہیں تو قصہ ختم ہو جاتا ہے۔ ان کی پھر تاویل و توجیہ کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ یہ عجیب موقف ہے کہ روایات موضوع بھی ہیں اور ان کے لیے صحیح مورد و محل بھی تلاش کیے جا رہے ہیں۔ رہا یہ اصول کہ اگر موسیقی سے منکرات وابستہ ہوں تو وہ ناجائز ہو جاتی ہے، ایک ایسی مسلّم حقیقت ہے کہ اس کے لیے کسی موضوع روایت کا سہارا لینے کی ضرورت ہی نہیں اور پھر خاص طور پر موسیقی

ہیں اس اصول کو گھسیٹنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ یہ اصول ہر مباح پر چسپاں ہوجاتا ہے۔ خواہ کوئی روایت اس کی تائید میں ہو یا نہ ہو۔ اور ایک مباح پر کیا موقوف ہے ؟ کون سا مستحب، سنت اور واجب ہے جہاں یہ اصول چسپاں نہیں ہوتا ؟ نفل روزہ رکھنا بہت ثواب ہے۔ لیکن اگر یہ روزہ رکھنے والا اتنا کمزور ہوجاتا ہے کہ نماز بھی نہیں ادا کرسکتا تو یہ اصول اس روزے پر بھی چسپاں ہوگا۔ یہ تو ایک کامن سنس کی بات ہے۔ اسے ہر جگہ موسیقی پر خاص طور سے چسپاں کرنا اور وہ بھی موضوع روایات کا سہارا لے کر بے معنی اور بے ضرورت ہے۔ ہم اس پر ماہنامۂ ثقافت (فروری ۱۹۵۹ء) میں بھی مفصل بحث کرچکے ہیں۔ اسے دیکھ لینا مفید ہوگا۔ اس کے علاوہ ثقافت (اگست ۱۹۵۸ء) میں یہ وضاحت کے ساتھ لکھ چکے ہیں کہ موسیقی پر حرام کا اطلاق کسی طرح ممکن ہی نہیں۔ کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار خدا کے سوا نہ رسول کو ہے نہ امت کو۔ رسول یا امیر صرف آرڈی نینس نافذ کرسکتا ہے خواہ قصیر المیعاد ہو یا طویل المیعاد لیکن مستقلاً کسی چیز کو حلال و حرام نہیں کرسکتا۔

محرک محض یا محرک خیر

نواب صاحب نے آخر میں ایک حد تک صحیح فیصلہ دیا ہے کہ: "جب صورتِ حال یہ ہے کہ سماع کے متعلق مطلقاً حرمت یا اباحت کا حکم لگانا جائز نہیں بلکہ قلبی احوال کے اختلاف سے یہ حکم بھی مختلف ہوجائے گا۔" پھر ابو سلیمانؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: "سماع دل کے اندر کوئی ایسی نئی چیز نہیں پیدا کرتا جو پہلے سے اس میں موجود نہ ہو بلکہ دل میں جو کچھ پہلے سے موجود ہوتا ہے یہ اسی کو ابھار دیتا ہے۔" یعنی یہ ایک محرک ہے جو اندر کی نیک یا بد صلاحیتوں کو باہر لے آتا ہے۔ اسی مضمون کو حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی نے یوں لکھا ہے:

> اے عزیز! بعض غذا و دوا مستحیل بہ خلطِ غالب ہوتی ہے یعنی معدے اور جگر میں جو خلط غالب ہوتی ہے ــــــ صحیح ہو یا فاسد ــــــ یہ اسی رنگ میں رنگ جاتی ہے۔ یہی حال سماع کا ہے کہ دل و دماغ میں جو خیالات ہوتے ہیں انہی کو یہ تیز کردیتا ہے۔ بس جب تک دل و دماغ آلائشِ ظلماتی سے پاک نہ ہوں اور ان میں اصلی محبت کی تخم ریزی نہ ہو لایجوز السماع حقًا (سماع واقعی جائز نہیں)۔ کم علم متشیخین چاہتے ہیں جو سمجھیں مگر ہمارے ہاں رقاصی و ہاؤ ہو لا یعبأ بہ ہے۔ مقصود کچھ اور ہے۔ (شمس المعارف مکتوب بنام مولوی اسماعیل صاحب مدرس مشن اسکول سیالکوٹ)۔

بات صحیح ہے لیکن بعض اوقات اس کے خلاف بھی ہوتا ہے جیسا کہ کرد علی القدیم والحدیث کے ص ۲۱۲ میں لکھتے ہیں :

فیها قد یجسر الجبان فی ساحة الوغی ویکرم الشحیح ویرق الکثیف ویلین القاسی ویقوی الضعیف ویعدل الظالم ویلطف اللئیم۔

بعض اوقات اس (موسیقی) سے بزدل میدان جنگ میں شیر بن جاتا ہے، بخیل سخی ہو جاتا ہے، کثیف میں لطافت اور سخت دل میں نرم دلی پیدا ہو جاتی ہے۔ کمزور قوی اور ظالم عادل بن جاتا ہے اور کمینہ شریف ہو جاتا ہے۔

اس مضمون کی تائید شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مضمون سے بھی ہوتی ہے جو اپنی لمعات میں لکھتے ہیں :

"نفس ناطقہ میں لطیف کیفیت پیدا کرنے کے لیے کند ذہن اور جامد طبیعت والے کو گانا سننے کی ضرورت ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اس ضمن میں اس شخص کے لیے رباب اور طنبورے کی موسیقی بھی مفید ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اگر کند ذہن اور جامد طبیعت رکھنے والا اس سے مستفید ہوتا رہے تو وقتاً فوقتاً اس کے نفس ناطقہ میں خاص قسم کی کیفیت پیدا ہوتی رہتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس طرح کند ذہن آدمی کا جمود ٹوٹ جاتا ہے۔" (ترجمہ لمعات از پروفیسر سرور ص ۱۶۸)۔

اسی طرح افلاطون نے، ابن سینا نے، اور کرد علی نے موسیقی کو بہت سے روحانی اور جسمانی امراض کا علاج بتایا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "اسلام اور موسیقی" ص ۱۱۶ تا ۱۱۸)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی محرک محض ہی نہیں بلکہ محرک خیر بھی ہے۔ محرک خیر سے ہماری مراد یہ ہے کہ اگر سامع میں بہ ظاہر شر ہو تو سماع اسے خیر سے بدل دیتا ہے۔ ابجد العلوم کی اگلی عبارت سے آپ کو معلوم ہوگا کہ خود نواب صاحبؒ بھی اسے محرک محض نہیں بلکہ محرک خیر تسلیم کرتے ہیں جس سے روحانی بلندیاں حاصل ہوتی ہیں۔

پھر نواب صاحب آگے چل کر "علم الموسیقی" کے عنوان کے تحت ص ۶۶۸ و ۶۶۹ میں لکھتے ہیں:

ومن الکتب المصنفة فیه کتاب الفارابی وهو اشهرها واحسنها وکذالک کتاب الموسیقی من ابواب الشفا لابن سینا ولصفی الدین عبد المومن مختصر لطیف، لثابت بن قرة تصنیف نافع ولابی الوفاء البوزجانی مختصر نافع

فن موسیقی میں جو تصنیفات ہیں ان میں ایک تو فارابی کی کتاب ہے جو سب سے زیادہ مشہور اور سب سے بہتر ہے۔ اور ایسی ہی عمدہ کتاب الموسیقی ہے جو بوعلی سینا کی کتاب الشفا کا ایک حصہ ہے۔ صفی الدین عبد المومن کی بھی ایک مختصر اور لطیف تصنیف ہے۔ ایک منفعت بخش تصنیف ثابت بن قرہ

فی فن الایقاع - والکتب فی هذا الفن کثیرة ...... وقد اتفق الجمهور علی ان واضع هذا الفن اولاً فیثاغورث من تلامذة سلیمان علیه السلام..... الی ان انتهت النوبة الی ارسطاطالیس فتفکر ارسطو فوضع الارغنون - ...... وکان غرضهم من استخراج قواعد هذا الفن تانیس الارواح والنفوس الناطقة الی عالم القدس لا مجرد اللهو والطرب فان النفس قد یظهر فیها باستماع بواسطه حسن التالیف و تناسب النغمات بسط فتذکر مصاحبة النفوس العالیة ومجاورة العالم العلوی وتسمع هذه النداء:

ارجعی ایتها النفس الغریقة فی الاجسام المدلهمة فی فجور الطبع الی العقول الروحانیة والذخائر النورانیة والاماکن القدسیة فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر - ومن رجال هذا الفن من صار له ید طولی کعبد المومن فان له فیه شرفیة، وخواجه عبد القادر بن غیبی الحافظ المراغی له فیه کتب عدیدة وقد اطال ابن خلدون فی بیان صناعة الغناء، فمن شاء فلیرجع الیه فانه بحث نفیس -

کی بھی ہے اور ایک نفع بخش کتاب ابوالوفا جوزجانی کی بھی ہے جو تال کے فن میں ہے - اور اس فن موسیقی میں تو بے شمار تصانیف اور بھی ہیں ...... جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے اس فن کو فیثاغورث نے وضع کیا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک شاگرد تھا .... اور پھر ارسطا طالیس پر یہ فن ختم ہوا - پھر ارسطو نے غور و فکر کرکے ارگن باجا ایجاد کیا ...... فن موسیقی کے قواعد مرتب کرنے سے ان لوگوں کا مقصد محض کھیل تماشا نہ تھا بلکہ ان کی غرض یہ تھی کہ روح اور نفس ناطقہ کو عالم قدس سے مانوس کیا جائے کیونکہ عمدہ ربط (آواز کے اتار چڑھاؤ کے تسلسل) اور نغموں کے تناسب کے ذریعے نفس میں انبساط پیدا ہوتا ہے اور وہ نفوس عالیہ کی ہم نشینی اور عالم علوی کا قرب محسوس کرتا ہے اور یہ آواز سنتا ہے کہ: اے نفس جو طبیعی فجور رکھنے والے مادی جسم میں ڈوبا ہوا ہے ذرا روحانی عقلوں، اور نورانی ذخیروں کی طرف بھی پرواز کر اور ان مقامات قدسیہ کی طرف متوجہ ہو جو خدائے ملیک ومقتدر کے پاس سچائی کے ٹھکانے میں موجود ہیں - اس فن کے بعض ماہروں کو ید طولیٰ حاصل تھا - مثلاً عبدالمومن کو امتیاز خاص حاصل تھا - خواجہ عبدالقادر بن غیبی حافظ مراغی کی اس فن میں کئی کتابیں ہیں - اور ابن خلدون نے تو فن موسیقی پر بڑی طویل بحث کی ہے - جو بڑی نفیس ہے - چاہو تو اسے دیکھ لو۔

نواب صاحب کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں بڑی جلیل القدر ہستیاں فن موسیقی کی ماہر گزری ہیں - اور اکثروں نے بڑی اعلیٰ تصانیف بھی چھوڑی ہیں۔ "اسلام اور موسیقی" میں ہم نے اور بھی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں (ص ۱۲۲ تا ۱۲۶ دیکھیے)۔

ایک فروگزاشت

معلوم نہیں نواب صاحب نے حضرت سلیمان کے ایک شاگرد فیثاغورث کو اس فن کا موجد کیسے مان لیا حالانکہ اس سے پہلے سیدنا داؤد کے دور میں یہ فن پوری طرح موجود تھا۔ زبور میں تو ہر جگہ وضاحت سے لکھا ہے کہ فلاں دعا کو فلاں راگ میں اور فلاں ساز پر پڑھو۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے "اسلام اور موسیقی" ص ۲۴ تا ۲۸) معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات غیر تحقیق شدہ باتوں کے متعلق بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ اس پر جمہور کا اتفاق ہے حالانکہ حقیقت بالکل اس کے خلاف ہوتی ہے۔ یا پھر یہ مان لینا چاہیے کہ بعض اوقات غلط باتوں پر بھی جمہور کا اتفاق ہو جاتا ہے۔ فیثاغورث کو فن موسیقی کا اول واضع کہنے میں کوئی اسی قسم کی غلطی ہوئی ہے۔ اور ہم تو اپنے دور میں یہ تماشا بھی دیکھ چکے ہیں بعض حضرات نے بڑی بے تکلفی سے ارشاد فرمایا کہ: "گانے کے حرام ہونے پر اجماع امت ہے"۔ حالانکہ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اجماع امت اس کی علت، جواز اور اباحت پر رہا ہے، ہمیشہ سے رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا لیکن پروپیگنڈا یہ ہے کہ اللہ نے، رسولؐ نے اور جمہور امت کے اجماع نے اسے حرام قرار دیدیا ہے۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

اسلام اور موسیقی

شاہ محمد جعفر ندوی

تمام ذوق جمال رکھنے والے انسان حسن صورت کو جلوۂ الٰہی اور حسن صوت کو غذائے روح کہتے ہیں۔ اس فکر انگیز موضوع پر قابل قدر اور قابل غور معلومات کا نادر اور بیش بہا ذخیرہ۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو یہ علم حاصل ہوگا کہ اسلام خدا کا دین فطرت اس کے متعلق کیا کہتا ہے اور مسلمان اہل دل کا نظریہ اور رویہ اس کی نسبت کیا رہا ہے۔

قیمت ۳٫۷۵ روپے

ملنے کا پتہ

سیکرٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور